غیر مقلدین کے شیخ الاسلام والمسلمین

پیر بدیع الدین شاہ راشدی

(المعروف پیر جھنڈو) سے

رفع یدین اور قرأۃ

خلف الامام پر

تحریری گفتگو

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم جناب پیر بدیع الدین شاہ صاحب المعروف پیر جھنڈا۔

وعلیکم السلام:

آپ کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ دل نہیں مانتا کہ جواب جناب نے خود لکھا ہوگا کیونکہ آپ کی شخصیت کے لحاظ سے یہ مہمل جواب کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۔ حدیث ابن مسعودؓ بطریق محمد بن جابر کو امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں ذکر فرمایا ہے اور دو جواب دیئے ہیں

(۱) حدیث الثوری اصح عند اهل العلم جس کا مفاد یہ ہے کہ حدیث ابن مسعودؓ جو ثوری کے طریق سے ہے، جو میرے پرچہ میں نمبرے پر ہے، اصح ہے۔ مگر آپ نے امام بخاریؒ کے اس فیصلہ سے بغاوت کی ہے اور یہیں سے پتہ چلا کہ ثوری کا طریق محمد بن جابر کے طریق کے مقابلہ میں اصح ہے تو محمد بن جابر کا طریق صحیح ہوا۔ اصح کا مقابلہ موضوع سے کرنا علمی بے مائیگی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۔ امام بخاریؒ کے فیصلہ سے بغاوت کر کے خود اصول حدیث کے مطابق اس کی پرکھ شروع کی مگر میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب کی عبارات نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا جو آپ کے علمی وقار کو زیبا نہیں ہے۔

۳۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصول حدیث اور فن حدیث کسی پختہ کار محدث سے حاصل نہیں کیا ورنہ اس قسم کے کچے جوابات نہ لکھتے، محمد بن جابر پر جرح کرتے وقت اصول حدیث کو آپ نے بالکل بالائے طاق رکھ دیا۔ راوی کے ثقہ ہونے کے لیے بنیادی طور پر دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ عادل ہو اور ضابط ہو۔ محمد بن جابر کی عدالت پر کوئی جرح نہیں، ضبط پر صرف یہ جرح ہے کہ آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ خود آپ نے بھی یہی لکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی پہلے زمانے کی حدیثیں بالکل صحیح ہیں، اس سند میں راوی اسحاق بن ابی اسرائیل ہے جس کا مبسوط ترجمہ تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۴۸۴ پر ہے۔ یہ جس زمانہ میں محمد بن جابر سے روایت کرتا تھا

اس وقت اس کے حافظہ کا حال خود اس کی زبانی سن لیجئے۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں۔

فاحسن منه قول ابن عدی کان اسحاق بن ابی اسرائيل يفضل محمد بن جابر علی جماعة شيوخ هم افضل منه واوثق و قد روی عنه الكبار ايوب وابن عون وهشام بن حسان والثوری والشعبة وابن عيينة و غيرهم. (نصب الرایہ ج۱، ص ۳۹۷)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اسحاق بن ابراہیم نے اس دور میں روایت کی ہے جب اس کا حافظہ شعبہ اور سفیانین سے بھی افضل تھا۔ اس دور کی حدیث کو آپ کس اصول سے ضعیف کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ شاہ صاحب، نہایت افسوس سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ نے اپنی کتاب جلاء العینین (ص ۱۸۸ و ۱۸۹) پر اس حدیث کو دار قطنی کی سند سے نقل کیا ہے مگر دار قطنی میں اسحاق بن ابی اسرائیل کا جو قول تھا به ناخذ کہ ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس کو آپ نے نقل نہیں کیا۔ افسوس کہ آپ کو لا دین لمن لا ديانة له پیش نظر رہتی۔ اسحاق بن ابی اسرائیل راوی حدیث نے محمد بن جابر کی بھی توثیق کی اور اس حدیث پر خیر القرون کے تعامل سے بھی اس کی تائید کر دی مگر آپ نے ازراہ تعصب ان باتوں کو ظاہر نہیں کیا۔

۵۔ جناب نے جلاء العینین کے حاشیہ سے مولوی ارشاد الحق اثری کے یہ حوالے بھی نقل کیے ہیں کہ ابن الجوزی، قیرانی، شوکانی وغیرہ نے اس کو موضوع کہا ہے۔ شاہ صاحب، ان کا یہ قول بے دلیل ہے اور اخذ قول الغير بلاحجة تقلید کی تعریف ہے۔ آپ اس پر ایمان لا کر شرک تقلیدی میں گر پڑے ہیں۔ کسی نے کہا ہے:

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

۶۔ دوسری روایت ابن الزبیرؓ کا جواب دیا ہے کہ بے سند ہے اور مولانا عبدالحیٔ ایک امتی کے قول کو نقل کر کے پھر شرک تقلیدی سر پر رکھ لیا ہے۔ شاہ صاحب ایسی حدیث کو اصول حدیث میں تعلیق کہتے ہیں آپ لوگ تعلیقات بخاری کو حجت مانتے ہیں تو تعلیقات فقہاء کو کیوں حجت نہیں مانتے جبکہ فقہاء کا درجہ محدثین سے بلند ہے، شاہ صاحب غیر معصوم امتیوں کو چھوڑیں ۔ نبی معصوم ﷺ سے کوئی حدیث نقل فرمائیں کہ صحیح بخاری کی تعلیقات حجت ہیں مگر فقہاء کی تعلیقات حجت نہیں۔ آپ کا اپنی جماعت پر بڑا احسان ہوگا۔

۷۔ اس کے معارضہ میں آپ نے جزء رفع یدین بخاری کا اثر مولانا عبدالحیٔ کے حوالے سے لکھا ہے، حالانکہ آپ کو جزء رفع یدین سے لکھنا تھا۔ یہ اثر جلاء العینین ص ۱۳۵ پر ہے۔ اس کی سند میں آپ نے پہلی خیانت تو یہ کی ہے کہ مطبوعہ جزء رفع الیدین میں۔

(ا) پہلا راوی مقاتل تھا، آپ نے محمد بن مقاتل بنا ڈالا جو نہایت افسوس ناک حرکت ہے۔

(ب) اس کا استاد عبداللہ ہے جس کے باپ کا نام معلوم نہیں، اس طبقہ میں کئی عبداللہ ہیں۔ بعض ثقہ بعض ضعیف۔ آپ اس کی تعیین سند سے دکھائیں۔

(ج) اس کی سند کا راوی شریک ہے۔ ذرا میزان الاعتدال سے اس کا ترجمہ بھی لکھ بھیجیں۔

(د) اس سند میں لیث ہے۔ ذرا اس کا حال بھی میزان الاعتدال سے لکھ بھیجیں۔

(ہ) دوسری سند ص ۶۲ جلاء العینین پر ہے وہاں بھی سند میں شریک اور لیث ہیں۔

۸۔ اس کے معارضہ میں آپ نے عبدالرزاق کا قول بھی پیش کیا ہے جو ابن جریج کے حوالہ سے ہے، یہ ابن جریج وہی ہے جس نے مکہ میں رفع یدین بھی شروع کی اور نوے عورتوں سے متعہ بھی کیا۔ آپ نے نہ تو ابن جریج کا متعہ والا مسئلہ لیا اور رفع

یدین کا مسئلہ بھی آدھا لیا کیونکہ وہ عطا سے سجدہ کی رفع یدین بھی روایت کرتا ہے۔

(دیکھو اپنی کتاب جلاء العینین ص ۲۲)

شاہ صاحب!

در کفر ہم ثابت نئی — زنار را رسوا مکن

۹۔ آپ نے ابوداؤد کے حوالہ سے جو حدیث معارضہ میں نقل کی ہے اس میں میمون مکی نے کیا ہی صاف بات کہی ہے کہ میں نے ابن زبیر کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا کہ کسی کو ایسی رفع یدین والی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ عہد صحابہ و تابعین میں مکہ مکرمہ میں رفع یدین والی نماز کو کوئی جانتا نہ تھا۔ جیسے کوئی شاذ قرأت پڑھتا تو لوگ اعتراض کرتے۔ ایسے ہی رفع یدین پر عمل جاری نہ تھا اور ترک رفع یدین عہد صحابہ و تابعین میں تعاملاً متواتر تھی اور رفع یدین شاذ یا منکر۔ شاہ صاحب آپ کی پیش کردہ روایت نے ثابت کر دیا ہے کہ مکہ والے خیر القرون میں رفع یدین والی نماز کو جانتے بھی نہ تھے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

۱۰۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے ابوبکر بن عیاش کو ضعیف کہہ دیا ہے حالانکہ ابوبکر بن عیاش صحیح بخاری کا راوی ہے۔ امام بخاری نے ص ۱۸۶ ج ۱، ص ۲۳۲ ج ۱ ص ۲۶۹ ج ۱، ص ۲۶۳، ص ۲۷۴ ج ۱، ص ۴۹۶ ج ۱، ص ۶۵۵ ج ۲، ص ۷۲۵ ج ۲، ص ۷۴۸ ج ۲، ص ۸۸۹ ج ۲، ص ۹۰۳ ج ۲، ص ۹۵۲ ج ۲، ص ۹۵۴ ج ۲، ص ۹۶۳ ج ۲ پر اس کی حدیث نقل کی ہے۔ آپ نے اس راوی پر جرح کر کے بخاری پر جرح کی ابتداء کی ہے۔ براہ نوازش جلد اعلان کرو کہ بخاری کی ان سب احادیث کو جھوٹا مانتے ہیں۔

۱۱۔ آپ نے اصول حدیث سے ہٹ کر ربیع، لیث، طاؤس، سالم نافع، ابو

زبیر، محارب بن دثار کو ابو بکر عیاش کے مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان سب کا استاد اس حدیث میں ایک نہیں۔ کیا آپ ایک ہی سند دکھا سکیں گے کہ یہ آٹھوں ایک استاد کے شاگرد ہیں، ہرگز نہیں، پھر مخالفت ثقات کا قاعدہ کسی محدث سے دوبارہ پڑھیں۔

۱۲۔ تعجب ہے کہ صحیح بات آپ کو کیوں سمجھ نہیں آئی۔ پہلے ساتوں شاگرد ابن عمرؓ کے ہیں۔ ان میں سے چھ شاگرد اس رفع یدین کی حدیث کو موقوفاً بیان کرتے ہیں اور اکیلا سالم مرفوعاً بیان کرتا ہے تو ابن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث کا مرفوع ہونا مخالفت ثقات کی وجہ سے غلط ہے۔

۱۳۔ آپ نے ابن عمرؓ کی پتھر مارنے والی روایت کا ذکر کیا ہے، اس روایت کا مدار ولید بن مسلم پر ہے۔ اس میں ولید بن مسلم کے شاگرد تین ہیں۔ امام احمد، عیسیٰ بن ابی عمران اور الحمیدی۔ امام احمد کی روایت جو اثرم نے نقل کی ہے، اس میں صرف لا یرفع یدیه کا لفظ ہے۔ محل مذکور نہیں، امام احمد سے جب عبدالرزاق (جو مائل التشیع ہے) نے روایت کی تو اپنی طرف سے تشریح کرتے ہوئے لا یرفع یدیه کے بعد فی الصلوة ملا دیا۔ عیسیٰ بن ابی عمران نے اپنی طرف سے یرفع یدیه کی تشریح کلما خفض و رفع سے کر دی۔ مسند حمیدی ص ۲۷۷ ج ۲، دار قطنی ص ۲۸۹ ج ۱) امام بخاریؒ نے اس کو حمیدی سے ہی نقل کیا مگر متن گو بالکل بدل دیا اور تشریح اذا رکع و اذا رفع سے کر دی۔ اب اصلی روایت میں تو کوئی تشریح نہیں تھی، اس سے آپ کا استدلال صحیح نہیں اور اگر تشریحات کو لینا ہے تو آپ خود بھی پتھر کھانے کے لیے تیار رہیں کیونکہ کلما خفض و رفع میں سجدہ میں جانا اور اٹھنا اور دوسری، تیسری چوتھی رکعت میں اٹھنا بھی شامل ہے، آج ہی کسی شیعہ کو ہر مسجد میں ملازم رکھیں جو آپ کو سجدوں اور دوسری، تیسری، چوتھی، رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرنے کی وجہ سے پتھر مارا کرے۔ ورنہ ہم سمجھیں گے کہ "دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت"۔

۱۴۔ نمبر ۴ کے جواب میں جان چھڑائی ہے، حضرت ابو بکرؓ کی حدیث دیکھیں اور

ترجمہ پر شبہ ہو تو فتاویٰ ستاریہ جلد اول کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی موطا والی روایت جو مالک عن نافع عن ابن عمر کی سنہری سند سے ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان عبدالله بن عمرؓ كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قرأة الا مام واذا صلى وحده فليقرأ وقال وكان ابن عمرؓ لا يقرا خلف الامام. (موطا ص ۲۹)

نمازی تین ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ منفرد، امام، مقتدی۔ منفرد بھی فاتحہ و سورۃ پڑھتا ہے، امام بھی فاتحہ و سورۃ پڑھتا ہے۔ یہی امام کی قرأۃ (فاتحہ و سورۃ) مقتدی کے لیے کافی ہے اور یہی قراءۃ فاتحہ و سورۃ ابن عمرؓ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ آپ نے جو اس کی معنوی تحریف کی ہے تو اس روایت میں منفرد اور امام کے لیے بھی قراءۃ کا لفظ ہے، وہاں بھی سورۃ ہی مراد لو۔ فاتحہ کو امام و منفرد کی نماز سے بھی خارج کر دو۔ خود موطا ص ۲۷ پر ابن عمرؓ سے قراءۃ کی تشریح فاتحہ اور سورۃ سے موجود ہے وہ بھی یہی سنہری سند ہے اور موطا امام مالک ص ۴ پر اسی سنہری سند سے ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا اذا فاتتک الرکعة فاتتک السجدة جس کا مطلب یہی ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے اور مدرک رکوع نے نہ فاتحہ پڑھی نہ سورۃ اور نہ ہی امام کی فاتحہ سنی اور نہ سورۃ سنی۔ کیا آپ اسی سنہری سند سے حضرت ابن عمرؓ کا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ثابت کر سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔

۱۶۔ ہمارے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمرؓ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، نہ ہی امام کے پیچھے فاتحہ و سورۃ پڑھتے تھے اور رکوع والی رکعت کو پورا شمار کرتے تھے۔ آپ فرمائیں اگر کوئی شخص مثلاً ابن عمرؓ رفع یدین کریں مگر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھیں اور رکوع والی رکعت کو شمار کر لیں تو آپ کے مذہب پر تو رفع یدین کرنے کے بعد بھی معاذ اللہ بے نماز ہی رہے۔

۱۷۔ آپ کی خاطر تھوڑی سی تفصیل کرتا ہوں۔ اگر چہ ہدایت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ ضدیوں کو ہدایت نہیں دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءۃ یہود کا دستور تھا، قرآن کی آیت واذاقری القرآن نے آ کر اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ (الدر المنثور) آپ میں اگر علمیت ہے تو آپ بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت ایسی پیش فرمائیں کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنا یہود کا شیوہ تھا، فلاں آیت نے آ کر اس کو منسوخ کیا اور پڑھنے کو فرض قرار دیا۔ لیکن:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

۱۸۔ کتاب القراءۃ بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ سے چھ سندوں سے مرفوع حدیث موجود ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے، آپ ایک ہی سند پیش کریں کہ ابن عمرؓ نے مرفوع حدیث بیان فرمائی ہو کہ امام کے پیچھے فاتحہ فرض اور سورۃ حرام ہے۔ ہاں یاد رکھنا کسی کتاب میں ابن عمرو کو غلطی سے ابن عمر لکھا گیا ہو تو اس کو غلطی ہی سمجھنا۔

۱۹۔ آپ نے سنہری سند کے معارضہ میں جو دو روایتیں نقل کی ہیں پہلی روایت میں تو مقتدی کا ذکر ہی نہیں۔ کسی بھوکے سے کسی نے پوچھا دو اور دو۔ اس نے کہا چار روٹیاں۔ اس مثال کو آپ نے پورا کر دیا ہے۔ دوسری روایت کے راویوں ابو جعفر اور یحییٰ البکار کا ترجمہ ذرا میزان الاعتدال سے نقل فرمائیں اور اپنی علمیت کا ماتم کریں کہ سنہری سند کے مقابل ایسی سندوں کو لاتے ہو۔ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

۲۰۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور دلیل دے رہے ہیں ما کانوا یرون باسا۔ کیا اس کلمہ سے فرضیت ثابت ہوتی ہے؟ شاید اس کے استدلال کا یہی حال رہا تو حدیث لاباس ببول ما یوکل لحمہ سے حلال جانوروں کے پیشاب کا پینا بھی آپ فرض ثابت کر دیں گے۔

۲۱۔ آپ کی اس روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تو معلوم ہو گیا کہ صحابہؓ میں ایک

بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی فرضیت کا قائل نہ تھا۔ آپ کو دعویٰ اور دلیل کی مطابقت کا بھی علم نہیں۔

معشوق ما خورد سال است ناز نداند ہنوز

دست چپ از دست راست باز نداند ہنوز

۲۲۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے اور مازاد علی الفاتحہ کے حرام ہونے پر آپ کوئی قرآن کی آیت پیش نہیں کر سکے، نہ کوئی حدیث متواتر صریح پیش کر سکے ہیں۔ بلکہ بخاری مسلم سے کوئی صحیح صریح خبر واحد بھی پیش نہیں کر سکے۔ نسائی، ابو داؤد اور ترمذی سے ایک روایت پیش کی ہے مگر نسائی میں یہ جملہ سرے سے موجود ہی نہیں کہ جو مقتدی فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہ آپ نے نسائی پر جھوٹ بولا ہے (ب) اس کی سند میں نافع بن محمود ہے۔ ذرا اس کے بارہ میں بھی میزان الاعتدال دیکھ لیتے تو طبیعت صاف ہو جاتی کہ اس راوی نے یہی ایک حدیث بیان کی ہے اور وہ بھی معلول ہے۔ یہ راوی لا یعرف ہے۔ آخر آپ کتمان حق کیوں کرتے ہیں۔ (ج) پھر اس کے بعد متصلاً امام نسائی باب باندھتے ہیں باب تاویل قولہ تعالیٰ ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون﴾ اور واذا قرئ جو مجہول کا صیغہ ہے اس کی وضاحت صحیح حدیث سے فرما رہے ہیں۔ اذا قرأ فانصتوا یعنی آیت میں آنحضرت ﷺ کے نزدیک واذا قرئ کا مخاطب امام ہے اور حکم انصتوا کے مخاطب مقتدی ہیں۔ اور اس آیت اور حدیث کو امام نسائی حدیث عبادہ کے بعد لا کر بتا رہے ہیں کہ جس قرأت کا ذکر حدیث عبادہ میں تھا یعنی فاتحہ پڑھنے کا، وہی قراءت یعنی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا اس آیت اور حدیث سے منسوخ ہوا ہے۔ بعض جاہل لا مذہب کہا کرتے ہیں کہ فاتحہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ تو یاد رہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے بعد ہوتا ہے۔ اگر ان کی بات صحیح ہوتی تو امام نسائی آیت اور اذا قرأ فانصتوا کو پہلے لاتے اور حدیث عبادہ کو بعد میں، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو آپ کا مسئلہ تو ثابت نہ ہوا۔

۲۳۔ آپ نے ابوداؤد شریف کا ذکر کیا ہے، وہاں بھی یہ خیانت کی ہے کہ ابوداؤد کی مکمل بحث کو نقل نہیں کیا۔ اس حدیث کا دارو مدار مکحول پر ہے۔ مکحول کے چھ شاگرد ہیں جن میں سے چار اس کو مکحول عن عبادہ مرسلاً روایت کرتے ہیں، پانچواں شاگرد مکحول عن نافع عن عبادہ ذکر کرتا ہے اور یہ نافع مجہول ہے۔ چھٹا شاگرد محمد بن اسحاق مکحول عن محمود بن ربیع عن عبادہ بیان کرتا ہے اور جملہ تعلیلیہ **فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرا بھا** کا اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہے۔ یہاں مخالفت ثقات والا قاعدہ آپ کو یاد نہیں، اگر بالفرض محمد بن اسحاق ثقہ ہوتا تو بھی یہ روایت شاذ ہوتی اور جب ضعیف ہے تو منکر ہوئی۔ جس حدیث میں کذاب دجال راوی ہوں، مستور و مجہول راوی ہوں، شذوذ نکارت جیسی تمام علل حدیث سے پر ہو، اس کو معرض استدلال میں پیش کرنا آپ ہی کی ہمت ہے۔ شاید محمد بن اسحاق کے لیے میزان الاعتدال آپ کو نظر نہیں آئی۔

۲۴۔ پھر ابوداؤد نے اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث منازعت ذکر کر کے اس کا نسخ واضح کر دیا اور حدیث منازعت کو بعد میں لا کر اس تحریف کا دروازہ ہی بند کر دیا کہ فاتحہ مستثنیٰ ہے۔

۲۵۔ ترمذی کے ذکر میں بھی آپ نے دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ آپ نے خود اپنے جواب کے ص ۷ پر لکھا ہے مدلسین کی روایت عن کے ساتھ مقبول نہیں جب تک سماع کی تصریح نہ کرے۔ کیا اس سند میں محمد بن اسحاق مدلس نہیں جو عن سے روایت کر رہا ہے؟ کیا اس سند میں مکحول مدلس نہیں جو عن سے روایت کر رہا ہے؟ کیا یہ قاعدے صرف احناف پر استعمال کرنے کے لیے ہیں؟ اپنی دلیل کے وقت نظر کیوں نہیں آتے؟ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح لینے کے باٹ اور اور دینے کے باٹ اور نہ رکھو۔ **ویل للمطففین** کو پیش نظر رکھا کرو۔

۲۶۔ جلدی سے یہ نہ کہہ دینا کہ مسند احمد، **دارقطنی**، بیہقی میں تحدیث ہے۔ جواب لکھنے سے پہلے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ترمذی، نسائی، ابوداؤد کی سندیں معنعن ہیں

اور صحیح نہیں اور پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ محمد بن اسحاق کے اس راویت میں بارہ شاگرد ہیں جن میں سے گیارہ عن سے روایت کرتے ہیں جو ضعیف ہے، ایک شاگرد اس سے پوری جماعت کے مخالف تحدیث کا ذکر کرتا ہے تو وہ روایت مخالفت ثقات کی وجہ سے خود شاذ مردود ہوئی۔ پھر میزان الاعتدال دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ محمد بن اسحاق تو حدثنی کہہ کر بھی تدلیس کر جاتا ہے۔

۲۷۔ پھر امام ترمذیؒ نے اس کے بعد حدیث منازعت لا کر اس کا نسخ واضح کر دیا ہے اور آخر باب میں حضرت جابرؓ کا ارشاد جو مرفوع حکمی ہے لا کر استثناء کی جڑ ہی کاٹ دی ہے۔

۲۸۔ پھر اس حدیث میں جہر کا ذکر ہے جو جہری رکعتیں صرف چھ ہیں، باقی گیارہ سری رکعتوں کے لیے تو آپ نے کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں لکھی۔ افسوس آپ کا مذہب بھی کتنا یتیم ہے۔

۲۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین کی حدیث کئی طرق سے مروی ہے۔ (۱) مناظرہ با اوزاعی جس کی سند کا ذکر آپ نے جلاء العینین ص ۱۱، ۱۲ پر کیا ہے لیکن متن کا ذکر بالکل نہیں کیا جو آپ کی علمی خیانت ہے اور یہ خیانت آپ کی عادت بن چکی ہے۔ اسی جلاء العینین ص ۲۰، ۲۱ اور ص ۲۵ پر حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کا ذکر کیا ہے اس میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر تھا وہ چونکہ آپ کے خلاف تھا اس کو حذف کر دیا۔ اسی جلاء العینین ص ۵۳ پر مسند حمیدی سے سند تو نقل کر دی مگر مسند حمیدی کا متن نقل نہیں کیا کیونکہ آپ کے خلاف تھا۔ آپ جیسے لوگوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔

۳۰۔ محدث حارثی پر حاسدین نے جو بے دلیل جرح کی وہ تو آپ کو نظر پڑ گئی مگر تذکرۃ الحفاظ ص ۸۵۴ ج ۳ کی یہ عبارت آپ کی نظر سے اوجھل رہی۔

و فیھا مات عالم ماوراء النھر و محدثه الامام العلامة ابو محمد عبدالله بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری الملقب بالا ستاذ جامع مسندابی حنیفۃ الامام تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۲۹ ج ۳ پر بھی ومن ابی عبد الله الحارثی الاستاذ لکھا ہے یہ آپ کو نظر نہیں آیا۔ اور یہ مناظرہ جامع المسانید اور کتب فقہ میں حد شہرت کو پہنچ چکا ہے۔

(۲) دوسرا طریق عاصم بن کلیب کا ہے اس کے جواب میں آپ ایک بھی معقول جرح نہیں کر سکے صرف چند لوگوں کے بے دلیل اقوال نقل کر کے دل کو طفل تسلی دی ہے اور شرک تقلیدی میں گر پڑے ہو۔ آخر وکیع جیسے محدث جلیل پر یہ تہمت لگادی ہے کہ انہوں نے خود یہ جملہ لا یعد حدیث رسول میں ملا دیا ہے اور اس کی بنیاد وکیع کے تفرد پر رکھی حالانکہ یہ سب بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ حق پوشی آپ کی عادت بن گئی ہے۔ وکیع یہاں متفرد نہیں بلکہ عبداللہ بن المبارک، (نسائی) معاویہ، خالد بن عمرو، ابو حذیفہ چاروں اس کے متابع ہیں۔ پھر اس کو تفرد یا ادراج قرار دینا کس قدر غلط ہے، الغرض اس صحیح حدیث پر آپ کوئی صحیح اعتراض نہیں کر سکے اور صحیح حدیث کو ماننا بھی آپ کی قسمت میں نہیں ہے، اسی وکیع کو اثبت بھی مانا ہے۔ (جلاء العینین ص ۱۶۰)

(۳) حدیث ابن مسعودؓ کا تیسرا طریق ابراہیم نخعی والا ہے جس کا ذکر جلاء العینین ص ۱۱۶، ۱۱۷ پر آپ نے کیا ہے جس سے ترک رفع یدین کا تواتر ثابت ہوتا ہے۔ امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد نہ کبھی کسی کو رفع یدین کرتے دیکھا نہ سنا۔ اس پر بھی کوئی مدلل اعتراض آپ نہیں کر سکے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کا چوتھا طریق محمد بن جابر والا ہے جس کی بحث نمبر ا پر گزر چکی ہے ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ جس نماز پر امت کو چھوڑ کر گئے ہیں وہ ترک رفع یدین والی تھی۔ حضرت کے بعد یہی نماز صدیق اکبرؓ اور عمرؓ پڑھاتے رہے یہی وہ نماز تھی جس پر سب صحابہ عامل تھے، خود ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب کا عمل بھی اسی پر تھا۔